”سائنس قرآن کے بغیر محرومی اور جہالت وگمراہی کے سوا کچھ نہیں“

قیصر محمود عراقی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ،آسمانی تحفہ اور ایک زندہ جاوید معجزہ ہے ۔یہ کتاب ہر ایک کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے ،سراپا ہدایت ،رحمت اور بشارت ہے ۔یہی وہ کتاب الٰہی ہے جو یکساں طور پر سب کے لئے دستور حیات اور ہدایت کا مجموعہ ہے ۔جو لوگ اس کتاب پر ایمان لا ئینگے اور اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرینگے ان کو یہ کتاب زندگی کے ہر ہر معاملہ میں رہنمائی کا کام دے گی اور وہ رہ رہ زقیامت اللہ کے انعام واکرام کی بشارت سے نوا زے جائینگے ۔

قرآن پاک علوم کا ایسا مخزن ہے جس میں علوم دینی و دنیوی دونوں بیک وقت موجود ہیں ،ان تمام علوم کو یکجا کر کے اللہ تعالیٰ نے گویا ایک پاکیزہ کوزہ میں دریائے رحمت اور سرچشمہ ہدایت اور سراپا بشارت کو بند کر دیا ہے ۔اس کی آیات میں تفکر وتدبر کرنے والے کو علوم و معارف کا گنجینہ ملتا ہے ۔جب انسان اپنے خالق کی مخلوقات اور اس کی بنائی اور سجائی ہوئی کا ئنات کا بغور مطالعہ کرتا ہے تو اس کو وہ حیرت انگیز عجائبات نظر آتے ہیں جس کا مشاہدہ کر کے اس کی عقل حیران رہ جاتی ہے اور وہ اپنے پر وردگار کے وجود کا قائل ہو جاتا ہے ۔اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ سائنسی تحقیقات کی بھر مار ہے اور ہمیں ہر قدم پر سائنس کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسے میں غروب آفتاب کے دلفریب منظر ،چاند کے ہالہ کی خوبصورتی ،جگنو کی ٹھنڈی چمک اور چنبیلی کی دل آویز مہک سے لطف اندوز ہونے کے لئے سائنس کے اصول سے تھوڑی بہت واقفیت ہونی چاہیئے ۔

علوم سائنس کی بہت سی شاخیں ہیں جیسے علم نجوم ،علم کیمیا ،علم طبیعات ،علم نباتات اور علم حیوانات وغیرہ وغیرہ لیکن ان سب میں اس خالق حقیقی کی قدرت اور عجائبات کی جلوہ گری کی حیرت انگیز مثالیں علم حیوانات اور علم نباتات میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہیں ۔آج کی دنیا جس کو اپنی ترقی اور سائنسی تحقیقات سے اور جدید تحقیقات پر ناز اور ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے ،وہ قرآن کریم کا صدقہ اور فیض ہے اور ہمارے مسلم سائنسدانوں کا عطیہ ہے ۔مثال کے طور پر آج سے سوا چودہ سو سال قبل جب قرآن کریم کا نزول نبی امی ﷺ پر عرب کے اس جزیرہ میں ہو رہا تھا جو متمدن دنیا سے الگ تھلگ تھا اور وہاں کسی قسم کی کوئی ترقی نہ تھی اور وہ اس وقت کی سپر پاور حکومتوں سے بہت پیچھے تھا ،سواریوں کے لئے اونٹ ،خچر اور گدھے استعمال کئے جاتے تھے ان کے علاوہ موجودہ دور کی سواریاں نہ تھیں ۔ایسے وقت میں اس چھوٹے سے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی ہونے والی تمام ترقیات ،ایجادات ،انکشافات اور تحقیقات وتخلیقات کو بیان فرما کر پوری سائنس کو دریا بکوزہ کر دیا ہے ۔لہذا اب تک کی جملہ ایجادات اور سائنسی تحقیقات اور دریافتیں مثلاً موٹر ،ریل گاڑی ،ہوائی جہاز ،ایٹم بم ،میزائل اور دیگر آلات حرب اور وسائل نقل وحمل اس کے تحت آگئے اور بعد میں عقل انسانی کی رسائی سے جو بھی چیزیں منظر عام پر آئینگی وہ سب اسی کے دائرہ میں ہونگی ۔آخر انسان کو عقل وفہم اور ذہن و دماغ کس نے دیا؟ علم سے کس نے نوازا؟ سمندروں کی گہرائی اور گیرائی تک رسائی ،زمین کی تہوں کو چاک کر کے اس کے اسرار اور سوز کی معلومات اور ستاروں پر کمندیں ڈال کر نئی تحقیقات پیش کرنے کی صلاحیت وقدرت کس نے بخشی؟ پھر ان تمام مراحل سے گذرنے اور یہ ساری منزلیں طے کرنے کے دوران تحفظ کس نے عطا کیا؟ سب کا ایک جواب ہے کہ اللہ نے ۔پھر یہ ضعیف البیان انسان اس حقیقت کو فراموش کر کے اس سے چشم پوشی کیوں کرتا ہے؟

قرآن مجید ایک ایسا کلام ہے جس کے نازل ہوتے ہی اپنے اسلوب سے پوری دنیا کو چیلنج کیا اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ کسی نے طبع آزمائی کی جرأت نہیں کی ۔قرآن کریم عہد ماضی میں بھی رشد وہدایت کا منبع رہا ہے ،موجودہ دور میں بھی ہے اور قیامت تک رہے گا ۔انسانی زندگی کے ایک ایک شعبہ میں اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے ۔آج علم جدید ترقی کے منازل تیزی سے طے کر رہا ہے ،نئے نئے انکشافات ومشاہدات ہمارے سامنے آرہے ہیں ،عالم فطرت کے وہ اسرار اور موز جن تک ذہن انسانی کی رسائی نہ تھی ،علم جدید اور سائنسی انکشافات کی بدولت الم نشرح ہو چکے ہیں ۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دور اول کے لوگوں کو قرآنی آیات کے معانی ومفاہیم اور مدلولات کا علم نہ تھا ،یقیناً تھا ،البتہ بعض کیفیات کا علم اور قرآن میں بیان کردہ حقائق کی تطبیقات اور تاویل آیات کا علم مشاہدہ اور علم جدید سے قبل نہ تھا ،جسے دور حاضر میں سائنسی انکشافات اور وسائل کی ترقی و ایجادات نے اُجاگر کیا اور مستقبل میں اس سلسلہ میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا ،ان کی خبر قرآن نے ہم کو دی ہے ۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”تم یقیناً اس کی حقیقت کو کچھ مدت کے بعد جان لوگے“ یعنی قرآن پاک نے جن چیزوں کو بیان کیا ہے ،جو وعدے ووعید ذکر کئے ہیں ان کی صداقت اور حقیقت ،بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گی ۔مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی نشانیاں زمین وآسمان کے کناروں میں بھی دکھلا ئینگے اور خود انسان کے اپنے نفسوں کے اندر بھی ،چنانچہ کائنات میں قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں ۔

جمادات وحیوانات ،اشجار وانہار ،کواکب وسیارات ،چاند وسورج ،موسم کے تغیرات ،بارش وبادل کی گرج ،بجلی کی کڑک وچمک وغیرہ وغیرہ ۔اسی طرح آیات الانفس سے انسان کا وجود ،جن اخلاط ومواد سے مرکب ہے ،جسم انسانی بہت ساری مشینوں کا مجموعہ ہے ،ہر ایک مشین اپنے اندر کرشماتی کہانی سموئے ہوئے ہے ،جن کی تفصیلات میڈیکل سائنس کا دلچسپ موضوع ہے ۔ایک طویل اقتباس جو ہمارے موضوع سے بڑی مطابقت رکھتا ہے اور اس میں اس سلسلہ کی بڑی اہم اور قیمتی معلومات آگہی ہیں ،اسے نقل کر دینا بہت ضروری ہے ۔

قرآن کریم اور سائنس کے درمیان تعلق بنیادی طور پر حیرت خیز معلوم ہوتا ہے ۔قرآن کا یہ مقصد کبھی نہیں کہ عالم فطرت اور کائنات میں کارفرما قوانین کی تشریح کرے کیونکہ اس کا اصل مقصد تو انسان کی سعادت اُخروی ہے لیکن چونکہ اس کا مخاطب انسان ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں رہتا ہے اور اپنے گردو پیش مختلف اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے ،حرکت کائنات میں لگے بندھے قوانین وضوابط کی کارفرمائی دیکھتا ہے ۔زمین ،آسمان ،پہاڑ ،دریاو سمندر ،حیوانات ونباتات ،رات دن کے الٹ پھیر ،شمس وقمر کی گردش ،نیلگوں آسمانوں پر بادلوں کی سیر ،چاندنی راتوں میں چاند ستاروں کی جلوہ سامانی ،آتش فشاں وزلزلے کا قہر سب کچھ تو اس کے مشاہدے میں آتے ہیں ۔ان چیزوں کے بارے میں جاننے کا تجسس اس کے اندر پیدا ہوتا ہے ،کائنات میں بکھری اللہ کی قدرت بے پایاں الفاظ میں نہ عہد اول کے انسانوں کو اپنے فہم وادراک کے مطابق اسے سمجھنے اور قبول کرنے میں کسی خلش وخلجان سے دو چار ہونا پڑا اور نہ بعد میں آنے والوں کو اور عہد حاضر میں علمی ترقی اور سائنسی انکشافات کے بعد قرآن کے بیان کردہ حقائق ونظریات اور معلومات میں کسی قسم کا نقص وتضاد یا ادنیٰ خلل کا احساس ہوا ۔

سائنس کسی چیز کی خالق وموجد نہیں سائنس کائنات میں چھپے اسرار ورموز کو اشتہار کرنے کا کام کرتی ہے ،سائنسی نظریات قائم کیئے جاتے ہیں اور جس عہد وماحول اور متواتر معلومات کی روشنی میں قائم کیئے جاتے ہیں بظاہر اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جیسے علم ارتقا کے مدارج طے کرتا جاتا ہے اور نئے نئے انکشافات ومشاہدے سامنے آتے ہیں تو پچھلے قائم کردہ نظریات ٹوٹتے جاتے ہیں ۔یہ ایک معلوم ومشاہد حقیقت ہے لیکن قرآن کریم کا معاملہ بالکل الگ ہے ۔اس نے جو حقائق بیان کئے ہیں ،آج چودہ سو سال گزرجانے کے بعد اس کی صداقت میں کوئی فرق نہ آیا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا جھول پیدا ہوا کیونکہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ ذات حی وقیوم کا کلام ہے ،جو نہ صرف یہ کہ خالق وکیفیات کا علیم وخبیر بھی ہیں ،اس کا علم ازل سے ابد تک ہر چیز کا احاطہ وادراک کئے ہوئے ہے ،وہ ہر طرح کے زمان ومکان اور حالات کی پابندیوں سے پاک وبالا تر ہے ۔

قرآن پاک سائنس کی کتاب نہیں ہے ،یہ تو زندگی کا ہدایت نامہ ہے ،لہذا قرآن سائنس کے فارمولے پیش نہیں کرتا اور نہ حیات وکائنات کے ارتقاء کے مراحل سے بحث کرتا ہے ،اس کے بجائے وحی الٰہی صرف ان بنیادی اُمور پر روشنی ڈالتی ہے ،جن کا تعلق زندگی اور اس کے معاملات سے ہے ،چنانچہ حیات وکائنات کی تخلیق وتشکیل اور توسیع وترقی کے متعلق نازل ہونے والی آیات قرآن کی مطلب ومقصد صرف یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کے حقائق کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لے اور اس سلسلہ میں اس کا ذہن صحیح طور پر کام کرے تاکہ دنیا میں انسان کا کردار درست رہے اور راہ راست پر چلتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھے ۔

یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ سائنس قرآن کے بغیر محرومی اور جہالت وگمراہی کے سوا کچھ نہیں ۔اس لئے سائنٹسٹ کو قرآن کے قریب لانے اور ان نشانیوں کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے جو اس الہامی صحیفہ میں موجود ہیں تاکہ وہ علمی نشے میں چور ہو کر راہ مستقیم سے بھٹک نہ جائے ۔جیسا کہ ایلکزنڈر کے ساتھ ہوا کہ وہ جب سب سے پہلے خلائی سفر سے واپس آیا تو نادان دھٹائی سے بول اُٹھا ”آسمان کا سفر کر آیا مگر خدا کہیں نہیں دیکھا“ وہ یہ بھول گیا کہ ایسا خطرناک سفر اللہ کی حفاظت ،نگرانی کے بغیر کیسے ممکن ہوا ۔الغرض قرآن کریم سائنسی اصول ونظریات کی کتاب نہیں ہے اور نہ اس کے نزول کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ کائنات میں موجود سائنسی حقائق بیان کرے اور تدبر کائنات میں کارفرما اصول وضوابط کی گتھیاں سلجھائے بلکہ وہ تو انسان کے لئے کامل دستور حیات اور رسول کی رسالت پر کامل حجت ہے ،اس کا اولین مقصد انسان کو اُخروی سعادت وکامیابی سے سرفراز کرنا ہے ،عقل کی رہنما کرنا ہے اور اپنے حدود میں رہتے ہوئے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ اور دعوت دینا ہے ۔

6291697668

میراث کا علم

محمد ہاشم القاسمی

شریعت مطہرہ کے تمام شعبہ جات کی خوبیاں کتابوں میں پڑھنے کے مقابلے اس پر عمل کرنے سے زیادہ سمجھ میں آتی ہیں ،کسی بھی شی کی تھیوری جاننا ضروری ہے تاہم جب تک وہ پریکٹیکل مرحلہ سے نہ گزر جائے اس کی افادیت سمجھ میں نہیں آتی ،اس لئے ہمیں اپنے عمل سے اسلام کی حقانیت وصداقت واضح کرنا چاہئے ،مثلاً میراث کا علم شریعت میں نہ صرف مطلوب ہے بلکہ اس کی بہت زیادہ اہمیت بھی ہے ،حدیث پاک میں اسے نصف علم قرار دیا ہے ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” اے لوگو! فرائض (میراث) کے مسائل سیکھو ،اور اسے لوگوں کو سکھاؤ بے شک وہ نصف علم ہے اور وہ سب سے پہلے بھلایا جائے گا اور وہ سب سے پہلے میری امت سے اٹھایا جائے گا ۔(دار قطنی کتاب الفرائض) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا” میراث کے مسائل کو سیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ایک حصہ ہے ۔“(الدارمی) ۔حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا” جو شخص قرآن کریم کو سیکھے اس کو چاہئے کہ وہ علم میراث کو بھی سیکھے ۔“(البیہقی وطبرانی)

بہت سارے دین دار کہلانے والے لوگ جو نماز ،روزہ اور دیگر اسلامی احکام کے پابند تو ہوتے ہیں ،ان کو ادھر اُدھر کی باتیں ،قصے ،کہانیاں تو یاد رہتی ہیں ،لیکن میراث کا کوئی ایک مسئلہ بھی ان کو معلوم نہیں ہوتا ،یہ انتہائی غفلت کی بات ہے ،اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس غفلت سے محفوظ رکھے ،آمین ۔

علم فرائض کی تعریف یہ ہے کہ وہ علم جس کے ذریعہ میت کے غیر وارثین اور وارثین اور ان کے حصوں کی جانکاری حاصل ہو ۔

علم فرائض کی غرض وغایت یہ ہے کہ میت کی میراث کو وارثین میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کرنا ہے ،اور علم فرائض کا موضوع ”ترکہ“ ہے یعنی وہ جائداد جسے میت نے بوقت وفات چھوڑی ہو ۔

علم فرائض کو جملہ تفصیلات کے ساتھ جاننا فرض کفایہ ہے ،لیکن کم از کم اتنا جاننا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ میت کی جائداد کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے مستحقین تک پہنچ جائے ۔

لہذا سب سے پہلے یہ سمجھئے کہ علم میراث کے تین اجزاء ہیں ،(1) مُوَرِّث :وہ میت جس کا ساز وسامان وجائیداد دوسروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے ۔(2) وارث :وہ شخص جس کی طرف میت کا ساز وسامان وجائیداد منتقل ہو رہی ہو وارث کی جمع ورثاء آتی ہے ۔(3) مَوْرُوْث :ترکہ یعنی وہ جائیداد یا ساز وسامان جو مرنے والا چھوڑ کر مرا ہے ۔

مرنے والا تو مر گیا لیکن اس نے اپنے پیچھے جو مال وجائیداد چھوڑا ہے وہ تمام مال وجائیداد میں کل چار حقوق وابستہ ہوتے ہیں ،(1) میت کے مال وجائیداد میں سب سے پہلے اس کے کفن ودفن کا انتظام کیا جائے ،اگر کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے کفن ودفن کا انتظام کر دے تو ترکہ سے یہ رقم نہیں لی جائے گی ۔(2) میت کے ذمہ اگر کوئی قرض ہے اس کو ادا کیا جائے چاہے قرضوں کی ادائیگی میں سارا مال خرچ کرنا پڑ جائے ۔اسی طرح اگر مرحوم نے اپنی بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو اور بیوی نے خوش دلی سے معاف بھی نہ کیا ہو تو یہ بھی قرضہ ہے ،اسے ادا کرنا ضروری ہے اور بیوی کو یہ مہر میراث کے علاوہ ملے گا ،مہر کا بیوی کے میراث کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں ،مہر الگ دیا جائے گا اور میراث کا حصہ الگ دیا جائے گا ۔3 تیسرا حق یہ ہے کہ اگر قرض ادا کرنے کے بعد مال بچا ہے تب اگر مرنے والے نے کوئی وصیت کی ہے تو ایک تہائی جائیداد میں وصیت کا نافذ کرنا واجب ہے ۔مثلاً اگر کسی شخص کے کفن ودفن کے اخراجات اور قرض کی ادائیگی کے بعد 9 لاکھ روپے کی جائیداد بچتی ہے تو 3 لاکھ تک وصیت نافذ کرنا وارثین کیلئے ضروری ہے ۔ایک تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کرنے اور نہ کرنے میں وارثین کو اختیار ہے ۔

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ایک وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کیلئے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کو محروم رکھے گا “ (ابن ماجہ ،باب الحیف فی الوصیہ) ۔

4۔ چوتھا حق یہ ہے کہ پھر باقی مال اور جائیداد کو شریعت کے مطابق وارثین میں تقسیم کر دیا جائے ۔

اس چوتھے حق کے بارے میں آج کل ہمارے معاشرے میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے ،بہت سے لوگ تو جانتے ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کو ورثاء میں تقسیم کرنا چاہیے اور جو لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک اہم فریضہ ہے اُن میں بھی بہت سے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ۔حالانکہ شریعت مطہرہ کے احکام میں سے وراثت تقسیم کرنے کا حکم ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور وراثت تقسیم نہ کرنا اور دوسروں کا حصہ اپنے قبضہ میں رکھ کر استعمال کرنا نہایت سنگین گناہ قرار دیا گیا ہے ۔اس کی اہمیت کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنے اکثر احکام شرعیہ کے صرف اصول بیان کیے ہیں اور تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے مسلمانوں کو سمجھائی ہیں ،لیکن بعض احکام کی اہمیت کے پیش نظر ان کی تمام تفصیلات کو بھی قرآن کریم نے خود پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے ۔وراثت کی تقسیم کا حکم بھی اُنہی احکام میں سے ہے کہ قرآن کریم نے اس کا پورا قانون تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے ۔

اسی لیے میراث کو شریعت کے مطابق انصاف سے تقسیم کرنا جنت کے اعمال میں سے ہے اور ایک حدیث شریف میں وراثت کی تقسیم میں ظلم اور ناانصافی سے بچنے پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے ۔چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم چھے چیزوں کی ضمانت لے لو ،میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہو جاؤں گا ،ان چھے چیزوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا :وراثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو ،اپنی طرف سے انصاف کرو“ ۔(مجمع الزوائد)

میراث کی تقسیم کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جو مال بچ گیا وہ میت کے ورثاء میں اس طرح تقسیم ہوگا مثلاً میت کی بیوی (بیوہ) کو آٹھواں حصہ ،بیٹیوں کو دو تہائی اور بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا ۔

واضح رہے کہ والدین کے ترکہ میں جس طرح ان کی نرینہ اولاد کا حق وحصہ ہوتا ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی اس میں شرعی حق وحصہ ہوتا ہے ،والدین کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ پر بیٹوں کا خود تن تنہا قبضہ کر لینا اور بہنوں کو ان کے شرعی حصے سے محروم کرنا ناجائز ،حرام اور سخت گناہ ہے ،بھائیوں پر لازم ہے کہ بہنوں کو ان کا حق وحصہ اس دنیا میں دے دیں ورنہ آخرت میں دینا پڑے گا ،اور آخرت میں دینا آسان نہیں ہوگا ،حدیث پاک میں اس پر بڑی وعیدیں آئی ہیں ،حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص (کسی کی) بالشت بھر زمین بھی زبردستی لے گا ،قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے اتنی ہی زمین اس کے گلے میں طوق کے طور پر ڈالی جائے گی ،ایک اور حدیث پاک میں ہے ،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا ،(یعنی اس کا حصہ نہیں دے گا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا ۔“ (مشکوٰۃ)

شریعت مطہرہ نے جس طرح بیٹوں کو میراث میں حصہ دیا ہے اسی طرح بیٹیوں کا حصہ بھی مقرر کیا ہے ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (سورۃ النساء) ۔لہذا کسی بھائی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بہنوں کو میراث سے محروم کر دے ۔

واضح رہے کہ عورت چار حیثیتوں سے وارث بنتی ہے ۔ماں ،بہن ،بیٹی اور بیوی ،ہر صورت میں حق اور حصہ الگ الگ ہوگا ۔

بیوی کا حصہ :بیوی کے حصہ پانے کی دو صورتیں ہیں :

1) میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو ترکہ کا 1/4 (چوتھائی) حصہ ملے گا ۔

2) میت کی کوئی اولاد ہو خواہ اس بیوی سے یا اس کی دوسری بیوی سے تو بیوی کو یا سب بیویوں کو (اگر ایک سے زائد ہوں) ملا کر 1/8 (آٹھواں) حصہ ملے گا ۔

ماں کا حصہ :ماں کے حصہ پانے کی تین صورتیں ہیں :

1) میت کی کوئی اولاد یا بھائی بہن موجود نہ ہوں تو ماں کو ترکہ کا 1/3 (تہائی) حصہ ملے گا ۔

2) میت کی کوئی اولاد یا دو بھائی بہن موجود ہوں تو ماں کو ترکہ کا 1/6 (چھٹا) حصہ ملے گا

3) اگر میت کے وارثوں میں صرف ماں باپ اور شوہر یا بیوی کا 1/2 (آدھا) 4/1 (چوتھائی) دینے کے بعد جو 1/2 (آدھا) یا 3/4 (تین چوتھائی) حصہ بچے گا اس کا 1/3 (تہائی) حصہ ماں کو ملے گا ۔

بیٹی کا حصہ :

1) اگر میت کے صرف ایک بیٹی اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو 1/2 (آدھا) حصہ ملے گا ۔

2) اگر میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں لیکن بیٹا نہ ہو تو سب بیٹیوں کو ترکہ کا 2/3 (دو تہائی) میں سے برابر حصہ ملے گا ۔

3) جب بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ بیٹا یا بیٹے موجود ہوں تو بیٹی یا بیٹیاں عصبہ لغیرہ ہو جاتی ہیں اور اس حالت میں انہیں بیٹیوں کا آدھا ملتا ہے ۔

بہن کے حصے :

بہن کی تین شکلیں ہیں سگی بہن ،علاتی بہن (باپ شریک بہن) اور اخیافی بہن (یعنی ماں شریک بہن) اس فرق کے حساب سے ان کے حصوں میں فرق ہوگا ۔یاد رہے کہ بہن ایک صورت میں وارث ہوگی جب میت کے نہ لڑکے ہو اور نہ باپ

سگی بہن کا حصہ

1) اگر صرف ایک بہن ہو نہ اولاد نہ ہو بھائی تو بہن کو 1/2 (آدھا) حصہ ملے گا ۔

2) اگر دو یا زیادہ سگی بہنیں ہیں تو 2/3 (دو تہائی) میں سب کو برابر ملے گا ۔

3) اگر بہن یا بہنوں کے ساتھ سگا بھائی بھی ہو تو بہنیں عصبہ لغیرہ ہو کر بھائیوں کا آدھا پائیں گی ۔

4) اگر بہن یا بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی وغیرہ ایک یا زیادہ ہوں تو بہنیں عصبہ مع وغیرہ ہو کر ذوی الفروض سے بچا ہوا سب پاتی ہیں ۔

علاتی بہن کا حصہ :

اس کے حصہ پانے کی پانچ شکلیں ہیں :

دو شکلیں بالترتیب وہی ہیں جو سگی بہن کی ہیں اگر ایک سگی بہن اور ایک یا زیادہ علاتی بہنیں ہوں تو علاتی بہنوں کا حصہ تکملۃ الثلثین یعنی 1/6 (چھٹا) ہوگا ۔

اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو اس کا آدھا حصہ پائے گی

5) اگر میت کی ایک یا زیادہ بیٹی کے ساتھ سگی بہن کے بجائے سوتیلی بہنیں ہوں لیکن سوتیلا بھائی نہ ہو تو علاتی بہنیں ذوی الفروض سے بچے ہوئے کل ترکہ کی حقدار ہوں گی ۔

نوٹ :اگر میت کا بیٹا یا باپ یا سگا بھائی یا سگی بہن عصبہ مع وغیرہ کی حیثیت سے ہوں یا دو سگی بہنیں ہوں تو علاتی بہن کو حصہ نہیں ملے گا ۔

اخیافی بہن کا حصہ :اخیافی بہن کا حصہ بعینہ وہی ہے جو اخیافی بھائی کا ہوگا اس لیے ”للذکر مثل حظ الانثیین“ کا قاعدہ اس پر نافذ نہیں ہوگا ۔اخیافی بہن کے حصہ پانے کی تین شکلیں ہیں :

1) ایک اخیافی بہن یا بھائی ہو تو اسے ترکہ کا 1/6 (چھٹا) حصہ ملے گا ۔

2) اگر ایک سے زیادہ اخیافی بھائی بہنیں ہوں تو 1/3 (تہائی) میں سے ہر ایک کو برابر ملے گا ۔

3) اگر اخیافی بھائی کے ساتھ میت کے باپ دادا بیٹے ،پوتے ،یا بیٹی ،پوتی زندہ ہوں تو اخیافی بھائی بہن کو حصہ نہیں ملے گا ۔

نیز میراث میں مورث کے ترکہ میں سے صرف وہ مال تقسیم کیا جائے گا جس کے ساتھ دوسروں کا حق متعلق نہ ہو ،کیونکہ جس مال کے ساتھ دوسروں کا حق متعلق ہو یا اس کو ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہو تو وہ مال تقسیم نہیں کیا جائے گا ،بلکہ اگر اس کا مالک معلوم ہو تو اصل مالک کو لوٹانا لازم ہے اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو اس کو مالک کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہے ۔

کسی وارث کو محروم کرنے کے مقصد سے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد ٹھکانے لگا دینا جائز نہیں ۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اپنے پورے مال کی وصیت کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے انھیں ایک تہائی سے زائد وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا ”تم اپنے ورثہ کو مال دار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں غربت کی حالت میں چھوڑو اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھائیں ۔“(متفق علیہ)

میراث سے متعلق حیلے بہانوں سے کام لینے والوں کی تمام عمر کی عبادتیں ،نماز ،روزہ ،حج ،زکوٰۃ ،تبلیغ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے ،بلکہ ایسے شخص کے بارے میں جہنم کی سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے ،حضرت سعید بن منصور کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ”یعنی جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ میراث کو ختم کر دیتا ہے ،اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث ختم کر دیتے ہیں“ ۔(السنن) بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ سے زبردستی مہر معاف کروایا جاتا ہے اور وہ بیوہ بے چاری مجبور ہو کر بادل ناخواستہ مہر معاف کر دیتی ہے ۔یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں بلکہ اگر اس طرح بیوہ اپنا مہر معاف کر دے تب بھی معاف نہیں ہوگا اور بیوہ کو مہر دینا ضروری ہوگا ۔بعض لوگ مہر تو معاف نہیں کرواتے لیکن شوہر کے انتقال کے بعد اس کو میراث میں سے حصہ نہیں دیتے بلکہ مہر دے کر جان چھڑا لیتے ہیں ،یہ طریقہ بھی غلط ہے ،کیونکہ شرعی لحاظ سے مہر کا بیوی کے میراث کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں ،لہذا مہر الگ ادا کیا جائے گا اور میراث کا حصہ الگ دینا ضروری ہے ۔

بعض جگہوں میں یہ دستور ہے کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کر لے تو اسے شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں ،جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیوہ یا تو تنہائی کی زندگی سے بچنے کے لیے دوسرا نکاح کر کے مال سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے یا اپنے حصہ میراث کو محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی ،عمر بھر بیوہ رہتی ہے اور طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرتی ہے ۔یاد رکھیں! کہ دوسرا نکاح کرنے سے بیوہ کا حق میراث ہرگز ختم نہیں ہوتا بلکہ دوسرے ورثاء کی طرح وہ بھی اپنے مقررہ حصے کی پوری پوری حق دار ہوتی ہے ۔نیز تقسیم جائداد سے پہلے کسی وارث کا اپنے شرعی حصہ سے بلا عوض دست بردار ہو جانا شرعاً معتبر نہیں ہے ،البتہ ترکہ تقسیم ہو جائے ،ہر ایک وارث اپنے حصے پر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ خوشی سے جس کو دینا چاہے دے سکتا ہے لیکن اگر بھائیوں کے یا خاندانی یا معاشرتی دباؤ کی وجہ سے بہنوں سے ان کا حصہ معاف کرالیا جائے تو بھائیوں کے لیے وہ حلال نہیں ہوگا ۔(مشکوٰۃ) بعض وارث ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی سمجھ کر یا بابرکت سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جس کی دوسرے ورثاء سے اجازت نہیں لی جاتی ،اسی طرح میت کے ایصال ثواب کے لیے مشترکہ ترکہ میں سے مال خرچ کیا جاتا ہے ،حالانکہ تمام ورثاء کی رضامندی کے بغیر اس طرح کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو ۔اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو تو اس کی اجازت اور معافی بھی معتبر نہیں ۔ہاں اگر سب وارث عاقل و بالغ ہوں اور دلی رضامندی سے کسی وارث کو کوئی چیز دے دیں یا جائز طریقہ سے صدقہ کریں تو اس کی اجازت ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے تمام مسلمانوں کو شریعت کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ میراث تقسیم کرنے اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین ۔

وضاحت :اِس شمارے میں شامل اشاعت ،مضامین ،تبصروں وغیرہ سے اِدارے کا کلی یا جُزوی طور متفق ہونا لازمی نہیں ۔۔۔۔اِدارہ
کالم نویس رقمکار اپنے کالم رمراسلے lazawaljammu@gmail.com پر ارسال کریں